اٹھائیسواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

سورۃ المجادلۃ

سورۂ مجادلہ مدنی ہے، اس میں ۲۲ آیات اور ۳ رکوع ہیں، اس سورت میں عام مدنی سورتوں کی طرح شرعی احکام کا بیان اور منافقین کا تذکرہ ہے، اس سورت کی ابتداء میں حضرت خولہ بنت ثعلب رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو اپنے شوہر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کی شکایت لے کر آئی تھیں، جنہوں نے ان سے ظہار کر لیا تھا اور شکایت کا انداز ایسا تھا کہ گویا وہ جھگڑ رہی ہیں، اس لئے انہیں ''مجادلہ'' (جھگڑنے والی) کہا گیا اور سورت کا نام بھی اس واقعہ کے پسِ منظر میں مجادلہ قرار پایا۔ زمانۂ جاہلیت میں ظہار (اپنی بیوی کو ماں کی طرح حرام قرار دینا) طلاق کے حکم میں تھا اور اس کی وجہ سے بیوی شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی تھی، قرآن نے اس حرمت کی ایک حد مقرر کر دی جو کہ کفارہ دینے سے ختم ہو جاتی ہے (۱-۴) سورۂ مجادلہ کے دوسرے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

(۱) یہ سورت سرگوشی کا حکم بیان کرتی ہے، یعنی اگر دو یا زیادہ شخص دوسرے لوگوں کے سامنے ایک دوسرے کے کان میں بات چیت شروع کر دیں تو اس کا کیا حکم ہے، جہاں تک حدیث کا تعلق ہے تو تین افراد کی صورت میں دو کی سرگوشی کو آدابِ مجلس کے خلاف قرار دیا گیا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے تیسرے کے دل میں یہ بدگمانی آ سکتی ہے کہ شاید یہ دونوں میرے بارے میں کوئی خفیہ بات کر رہے ہیں لیکن یہاں جس سرگوشی سے منع کیا جا رہا ہے وہ یہود کی عادت تھی، وہ محض مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لئے آپس میں کانا پھوسی کیا کرتے تھے۔ یونہی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے تو منہ بگاڑ کر ''السلام علیک یا ابا القاسم'' کہا کرتے

تھے، ان آیات میں ان قبیح حرکات پر ان کی مذمت کی گئی ہے، البتہ ایسی سرگوشیوں اور خفیہ مشوروں کی اجازت دی گئی ہے جو نیکی اور تقویٰ کے بارے میں ہوں۔

(۲) اجتماعی آداب میں سے مجلس کا ادب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تمہیں مجلس میں وسعت پیدا کرنے کے لئے کہا جائے تو وسعت پیدا کر دیا کرو اور اگر تمہیں مجلس سے اٹھ جانے کے لئے کہا جائے تو اٹھ جایا کرو (۱۱) یہ حکم صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر باوقار مجلس کے لئے ہے جو دین کے کسی بھی شعبہ کے سلسلہ میں منعقد ہوئی ہو لیکن یہ کوئی فرض اور واجب نہیں ہے بلکہ صرف مستحب ہے، جو شخص پہلے سے مسجد میں یا کسی اور مجلس میں بیٹھا ہو، وہ اس جگہ بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے البتہ اسے چاہیے کہ اگر ممکن ہو تو بعد میں آنے والے مسلمان بھائی کے لئے وسعت پیدا کر دے۔

(۳) یہ سورت ان منافقوں کا بھی تذکرہ کرتی ہے جو یہود سے دوستی بھی رکھتے تھے اور اپنے مومن ہونے پر قسمیں بھی کھاتے تھے، ان کے بڑے بڑے دعاوی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں ''حزب الشیطان'' (شیطان کی جماعت) قرار دیا ہے جو کسی صورت بھی اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی نہیں رکھتے خواہ وہ ان کے ماں باپ، بیٹے، بھائی اور قبیلے والے ہی کیوں نہ ہوں، ان سعادت مندوں کے لئے اللہ نے چار نعمتوں کا اعلان فرمایا ہے، پہلی یہ کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کو جما دیا ہے، دوسری یہ کہ ان کی غیبی مدد کی جائے گی، تیسری یہ کہ انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا، چوتھی یہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ بھی اللہ کی نعمتوں اور عطا پر راضی ہو گئے۔ (۱۴-۲۲)

سورۃ الحشر

سورۂ حشر مدنی ہے، اس میں ۲۴ آیات اور ۳ رکوع ہیں، اس سورت کے اہم مضامین درج ذیل ہیں:

(۱) ابتداء میں بتایا گیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس اورحمدوثنا بیان کرتی ہےاوراس کی وحدانیت اورقدرت وجلال کی گواہی دیتی ہے۔

(۲) پھر یہ سورت قدرتِ الٰہیہ کے بعض آثاراورزندہ دلائل کا تذکرہ کرتی ہےجن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہود جوکہ عرصہٗ دراز سے یثرب میں قیام پذیر تھےانہوں نے اپنی حفاظت کے لئے بڑے مضبوط قلعےتعمیرکررکھے تھے،معاشی وسائل پوری طرح ان کے قبضے میں تھے، یثرب والوں کوانہوں نے سودی قرضوں کی سنہری زنجیروں میں جکڑ رکھا تھااوران کا خیال یہ تھا کہ کوئی بھی ہمیں یہاں سے نہیں نکال سکتالیکن ان کی اپنی ہی کرتوتوں کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آکررہااورانہیں دوبارحشرکا سامنا کرناپڑا(حشر،جمع اوراخراج کے معنیٰ میں ہے)حشرِ اول میں انہیں مدینہ منورہ سے شام کی طرف دھکیل دیا گیااورحشرِ ثانی میں حضرت عمررضی اللہ عنہ نے انہیں خیبر سے شام کی طرف چلے جانے پرمجبورکردیا۔یہود کا مدینہ اورخیبر سے نکل جانا ایک ایسا واقعہ تھا کہ یہودتو کیا خودمسلمانوں کے لئے قطعی طورپرغیرمتوقع تھا،ان کی معاشی خوشحالی، دفاعی انتظامات اورمضبوط جماعتی نظم کی وجہ سےکوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انہیں بصد ذلت وخواری مدینہ منورہ اورخیبر سے نکلناپڑے گالیکن اللہ نے جب انہیں ان کی عہد شکنی،تکذیب وانکار،تکبراورسرکشی کی وجہ سے نکالنے کا فیصلہ کرلیاتوظاہری اسباب ان کے کسی کام نہ آئے اوراللہ کا فیصلہ وقوع پذیرہوکررہا۔(۲-۵)

(۳) جب یہود کے قبیلہ بنونضیر کومدینہ منورہ سے نکال دیا گیا توبہت سارامالِ غنیمت مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا،جو مالِ غنیمت قتل وقتال کے بغیر ہاتھ آجائے اسے اصطلاح میں ”مالِ فئی“ کہتے ہیں،اس مالِ فئی کے بارے میں حکم دیا گیا کہ اس میں مجاہدین میں سے کسی کا حق نہیں بلکہ اس کی تقسیم کا اختیاراللہ کے نبی کوہے۔ وہ اسے فقراء،ضعفاء،مساکین، حاجتمندوں اورقرابت داروں میں تقسیم کریں گے،یہاں اگرچہ مسئلہ تومالِ فئی کی تقسیم کا بیان

ہورہا ہے لیکن اس کے ضمن میں اسلامی اقتصادیات کا ایک اہم فلسفہ بھی بیان کردیا گیا ہے وہ یہ کہ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ ”دولت چند اغنیاء کے ہاتھوں میں گردش کرتی رہے“ بلکہ اسلام اس کا اس طریقے سے پھیلاؤ چاہتا ہے کہ سوسائٹی کا کوئی فرد اور کوئی طبقہ بھی محروم نہ رہے۔ زکوٰۃ، صدقات، میراث اور خمس وغیرہ کی تقسیم میں یہی فکر کارفرما ہے، اقتصادیات کے اس عظیم فلسفہ کے علاوہ قانون سازی کے منبع اور مصدر کی بھی وضاحت کردی گئی ہے وہ یہ کہ ”جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو“ (۷) وہ تمام قوانین اور مسائل واحکام جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی طرف سے لے کر آئے ان کی اتباع واجب ہے خواہ وہ قرآن کی صورت میں ہوں یا سنتِ صحیحہ کی صورت میں، کتاب وسنت کو نظر انداز کرتے ہوئے کسی قسم کی قانون سازی جائز نہیں۔

(۴) سورۂ حشر جہاں ایک طرف اللہ کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دینے والے مہاجرین اور انصار اور ان کی اتباع کرنے والے قیامت تک کے مسلمانوں کی تعریف کرتی ہے، وہیں ان منافقوں کی مذمت بھی کرتی ہے جو یہود کو برے وقت میں اپنے تعاون کا یقین دلاتے رہتے تھے، اللہ فرماتے ہیں ”ان دونوں گروہوں (یہود اور منافقین) کا انجام یہ ہوگا کہ دونوں دوزخ میں داخل ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔“ (۹-۱۷) سورۂ حشر کے آخری رکوع میں ایمان والوں کو اللہ سے ڈرنے کا حکم ہے، انہیں سمجھایا گیا ہے کہ تم ان یہود ونصاریٰ کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے حقوق اللہ کو بھلا دیا، جس کی پاداش میں اللہ نے انہیں خود ان کی ذات کے حقوق بھی بھلا دیے اور وہ آخرت کو بھول کر حیوانوں کی طرح نفسانی خواہشات کی تکمیل ہی میں لگے رہے، علاوہ ازیں اہلِ ایمان کو کتاب اللہ کی عظمت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے فرمایا گیا کہ اگر اللہ پہاڑوں کو عقل وشعور عطا فرما دیتا اور پھر ان پر قرآن نازل کردیتا تو وہ اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہوجاتے، افسوس ہے انسان پر کہ وہ اس بے مثال کلام کی عظمت

سے ناواقف ہے اوراس کے حقوق ادانہیں کرتا۔سورت کے اختتام پراسماءِ حسنٰی کے ضمن میں اللہ کی عظمت اور کبریائی کا بیان ہے اور آخر میں وہی الفاظ ہیں جن سے اس سورت کا آغاز ہوا تھا یعنی یہ کہ ''جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔''(۱۸-۲۴)

سورۃ الممتحنہ

سورۂ ممتحنہ مدنی ہے، اس میں ۱۳ آیات اور ۲ رکوع ہیں، اس سورت کا ابتدائی حصہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوا جنہوں نے مشرکین مکہ کو ممنونِ احسان کرنے کے لئے خفیہ طریقے سے مکہ کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی اطلاع دینے کی کوشش کی تھی، وہ بدری اور مخلص صحابی تھے مگر ان سے ایک ایسی حرکت ہوگئی جو اللہ اوراس کے رسول کو پسند نہ تھی بعد میں انہیں اس پر سخت ندامت ہوئی، انہوں نے صدقِ دل سے توبہ کی جو قبول کر لی گئی، اس پسِ منظر میں یہ آیات نازل ہوئیں جن میں ایمان والوں کو اللہ نے حکم دیا کہ کفار جو کہ میرے دشمن بھی ہیں اور تمہارے دشمن بھی ہیں انہیں دوست نہ بناؤ! یہ وہ سنگدل لوگ ہیں جنہوں نے مکہ کی سرزمین ایمان والوں پر تنگ کردی اور انہیں وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا، آج بھی ان کے دلوں میں آتشِ غضب بھڑک رہی ہے اور انہیں مسلمانوں کو دکھ دینے اور نقصان پہنچانے کا جو بھی موقع ہاتھ آتا ہے اسے ضائع نہیں جانے دیتے، خواہ وہ موقع ہاتھ چلانے کا ہو یا زبان چلانے کا، یہ رشتے ناتے جنہیں تم بڑی چیز سمجھتے ہو اور قبولِ ایمان کے باوجود ان کے مفادات کا خیال رکھتے ہو، یہ قیامت کے دن تمہیں فائدہ نہیں دیں گے، وہاں باپ بیٹے اور بھائی بھائی کے درمیان جدائی کردی جائے گی، جب ان رشتوں کا یہ حال ہے تو ان کی خاطر اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت کرنا اور جماعتِ اسلامیہ کے رازوں کا افشاء کہاں کی دانش مندی ہے، اس سوچ کی تائید اور تقویت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام

کا قصہ بیان کیا گیا ہے جنہوں نے اللہ کے لئے اپنی مشرک قوم سے برات کا اعلان کر دیا تھا، ان کے نام لیواؤں پر بھی لازم ہے کہ وہ کسی سے محبت کریں تو صرف اللہ کے لئے اور دوری اختیار کریں تو صرف اللہ کے لئے (۱-۶)

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار سے مقاطعہ کا حکم دیا تو انہوں نے اس کی تعمیل میں دیر نہ کی، باپ نے بیٹے سے اور بھائی نے بھائی سے تعلق ختم کر دیا۔ یوں ان کے ایمانی دعووں کی سچائی بالکل واضح ہو کر سامنے آ گئی لیکن خونی رشتے اور وطن ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی طرف میلان اور ان کی محبت اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھی ہے، اس لئے قرآن ان فطری جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کو ایک بشارت سناتا ہے اور ایک معاملہ کی اجازت دیتا ہے۔ بشارت تو یہ سنائی گئی کہ ''کیا عجب کہ عنقریب ہی اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہارے دشمنوں میں محبت پیدا کر دے، اللہ قدرت والا ہے اور اللہ بڑا غفور رحیم ہے'' یعنی ہو سکتا ہے کہ تمہارے رشتہ داروں کو بھی ایمان قبول کرنے کی توفیق دے دی جائے یوں آج کے دشمن کل کے دوست بن جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بے شمار مشرکوں کو اسلام کی حقانیت کے سامنے گردن جھکانے کی توفیق ارزانی ہوئی۔ (۷) جس معاملہ کی اجازت دی گئی وہ یہ تھا کہ جن لوگوں نے نہ تو قبولِ ایمان کی وجہ سے تمہارے ساتھ قتال کیا اور نہ ہی تمہیں گھروں سے نکالا تم ان سے حسنِ سلوک کر سکتے ہو (۸) اصل میں اسلام، محبت اور سلامتی کا دین ہے، وہ محض دھونس جمانے اور کسی اعلیٰ مقصد کے بغیر ملک اور زمین ہتھیانے کے لئے جنگ کی اجازت نہیں دیتا، وہ ان غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک اور تعاون کی تلقین کرتا ہے جو جنگ کو ناپسند کرتے ہوں اور امن کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہوں۔

سورۂ ممتحنہ ان خواتین کے بارے میں بھی رہنمائی کرتی ہے جو ایمان قبول کرنے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئی تھیں، ان کے بارے میں حکم دیا گیا کہ ان کا امتحان لے لو

اورانہیں اچھی طرح جانچ لو کہ آیا واقعی انہوں نے ایمان کی خاطر ہجرت کی ہے، اگر تمہیں ان کے ایمان پر اطمینان ہو جائے تو پھر انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو (امتحان کا ذکر آنے کی وجہ ہی سے اس سورت کو ''ممتحنہ'' کہا جاتا ہے) مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت نازل ہوا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت ترین دشمن ''عقبہ بن ابی معیط'' کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آ گئیں اوران کا والد معاہدہ حدیبیہ کے پیشِ نظر انہیں واپس لانے کے لئے مدینہ پہنچا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ کہہ کر خالی ہاتھ واپس لوٹا دیا کہ ہمارا معاہدہ صرف ایمان لانے والے مردوں کے بارے میں تھا خواتین کے بارے میں نہیں تھا۔ اس سورت کی آخری آیت میں دوبارہ تاکید کی گئی ہے ''اے مسلمانو! تم اس قوم سے دوستی نہ رکھو جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے جو آخرت سے اس طرح مایوس ہیں جیسے کہ قبر والوں سے کافر مایوس ہیں۔''

سورۃ الصّف

سورۂ صف مدنی ہے، اس میں ۱۴ آیات اور ۲ رکوع ہیں، اس سورت کا موضوع جہاد وقتال ہے، اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کرنے کے بعد مسلمانوں کو سختی سے تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اپنے عہد کی پابندی کیا کریں اور جو کچھ زبان سے کہیں اسے کرکے بھی دکھائیں، پھر یہ سورت مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے امتِ اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ اور دشمنوں کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط اور متحد ہو کر کھڑے ہونے کی تلقین کرتی ہے (۱-۴) اس کے بعد بنی اسرائیل کا تذکرہ کرتی ہے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس وقت مخالفت کی جب آپ نے انہیں قوم عمالقہ کے ساتھ جہاد کا حکم دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت سنائی تھی اوراس کی اتباع کا حکم دیا تھا، بنی اسرائیل نے اس حکم کو بھی پسِ پشت ڈال دیا۔ (۵-۶) یہ سورت یہ بشارت بھی سناتی ہے کہ دین اسلام سارے

ادیان پر غالب آ کر رہے گا، حجت اور دلیل کے میدان میں تو اسے اول روز ہی سے غلبہ حاصل ہے، مادی، سیاسی اور ظاہری اعتبار سے بھی وہ دن دور نہیں جب اسلام پوری دنیا پر غالب ضرور آئے گا (۹) اگلی آیات میں سورۂ صف مسلمانوں کو ایک ایسی تجارت کی دعوت دیتی ہے جس میں خسارہ کا کوئی امکان نہیں کیونکہ اس تجارت کا دوسرا فریق وہ اللہ ہے جس کے ساتھ معاملہ کرنے والا کبھی نقصان میں نہیں رہتا، وہ تجارت ہے اللہ اور رسول پر ایمان اور اللہ کی رضا کے لئے مال وجان کے ساتھ جہاد، اور اس کا متوقع نفع ہے گناہوں کی مغفرت، جن میں داخلہ، اللہ کی مدد اور دنیائے کفر پر غلبہ ، کاش! مادی تجارت اور دنیاوی نفع نقصان میں ڈوبے ہوئے مسلمان یہ تجارت بھی کر کے دیکھ لیں تا کہ ان کی ذلت ،عزت میں اور مغلوبیت ، غلبے میں تبدیل ہو جائے ،سورت کے اختتام پر اہلِ ایمان سے کہا گیا ہے کہ تم اللہ کے دین کی دعوت اور مدد کے لئے ایسے ہی کھڑے ہو جاؤ جیسے حواری اپنے نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔آپ دیکھ رہے ہیں کہ سورت کی ابتداء میں خالی خولی باتیں کرنے اور کھوکھلے نعرے لگانے سے منع کیا گیا تھا اور اختتام پر دینِ الٰہی کی نصرت کے لئے کمر بستہ ہونے اور کچھ کر کے دکھانے کا حکم دیا گیا ہے، یوں اس کی ابتداء اور انتہاء میں پوری مناسبت پائی جاتی ہے۔

سورۃ الجمعۃ

سورۂ جمعہ مدنی ہے، اس میں ۱۱ آیات اور ۲ رکوع ہیں، اس سورت کا محور جس پر پوری سورت گھومتی ہے، اس بارِ امانت کو بیان کرنا ہے، جسے پہلے بنی اسرائیل کے کندھوں پر رکھا گیا لیکن وہ اس کا حق ادا نہ کر سکے اور ان کی مثال اس گدھے کی سی ہوگئی جس پر بڑی متبرک اور علمی کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہو، اس بوجھ سے اس کی کمر جھکی جا رہی ہو لیکن ان کتابوں میں جو علوم و معارف اور جواہر و اسرار ہیں، ان سے وہ قطعاً بے خبر ہو اور نہ ہی ان سے اسے کچھ فائدہ حاصل ہو رہا ہو، سورۂ جمعہ کا آغاز ہوتا ہے اللہ کی تسبیح و تحمید کے بیان سے، اس کے بعد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے اوصاف اور بعثت کے مقاصد بیان کیئے گئے ہیں یعنی تلاوتِ کتاب، تزکیہ اور تعلیمِ کتاب وحکمت (۱-۳) پھر یہود کا تذکرہ ہے جس میں وحی آسمانی یعنی تورات کے احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے انہیں گدھے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس پر مقدس کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو اور انہیں مباہلہ کی دعوت دی گئی ہے کہ اگر واقعی وہ ''اولیاء اللہ'' ہیں تو پھر موت کی آرزو کریں کیونکہ ''اولیاء اللہ'' کے لئے یہ جہاں تو قید خانہ ہے اور آخرت میں ان کے لیے نعمت وفرحت اور خوش عیشی کے ہزاروں سامان ہیں۔ساتھ ہی پیشنگوئی بھی کردی گئی ہے کہ یہ موت کی آرزو کبھی بھی نہیں کریں گے (۵-۷) چنانچہ قرآن کی یہ پیشنگوئی حرف بحرف پوری ہوکر رہی۔ سورت کا اختتام ہوتا ہے مومنوں پر نمازِ جمعہ کی فرضیت کے بیان سے، انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اذان سنتے ہی ہر قسم کی تجارت اور خرید وفروخت چھوڑ دیا کرو اور اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑا کرو، البتہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہیں دوبارہ کسبِ معاش میں لگ جانے کی اجازت ہے۔(۸-۹)

﴿سورۃ المنافقون﴾

سورۂ منافقون مدنی ہے، اس میں ۱۱ آیات اور ۲ رکوع ہیں، اس سورت میں منافقوں کے اخلاق، ان کے جھوٹ، ان کی سیسہ کاریاں، مسلمانوں کے لئے ان کے بغض وعناد اور ان کے ظاہر وباطن کے تضاد کو بیان کیا گیا ہے، یوں تو منافقوں کا مکروہ چہرہ اور قابلِ نفرت اوصاف کئی دوسری سورتوں میں بھی دکھائے گئے ہیں لیکن یہ سورت تو گویا صرف ان کی مذمت کے لئے مخصوص ہے، سورت کی ابتداء ہوتی ہے منافقین کی صفات کے بیان سے جن میں سے نمایاں ترین صفات جھوٹ، مکر، دھوکا اور ظاہر وباطن کا تضاد تھا، ان کے دلوں میں کچھ تھا اور زبانوں پر کچھ تھا (۱-۳) اے اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے مخلص دوستو! منافقوں کی نمایاں صفات کا مطالعہ کرتے ہوئے کچھ دیر کے لئے ٹھہر جائیے اور آنکھیں کھلی رکھنے کی بجائے بند کرلیجئے،

دل کی آنکھیں کھولیے اور اپنا، اپنے لیڈروں کا اور پوری امت کا محاسبہ کیجئے، کہیں یہ ''نمایاں صفات'' ہمارے اندر بھی تو نہیں پائی جاتیں، کیا ہر طرف جھوٹ کی غلاظت اور مکروفریب کی نجاست کے انبار دکھائی نہیں دیتے؟ کیا آج کا سب سے بڑا مسئلہ ظاہر و باطن اور قول وعمل کا تضاد نہیں ہے؟ تقریریں لچھے دار، تحریریں مزیدار، باتیں پروقار مگر عمل کچھ بھی نہیں، خالی ڈھول ہیں جو پٹ رہے ہیں اور جن کی ہیبت ناک آواز دور دور تک پہنچ رہی ہے مگر انہیں پھاڑ کر دیکھیں تو اندر سے کھوکھلے! نہ ایمان نہ یقین، نہ توکل نہ اعتماد، نہ محبت نہ معرفت، نہ ایثار نہ احسان، نہ خوف نہ خشیت، ایمان والی صفات کوئی نہیں جبکہ منافقت گٹر کی نجاست کی طرح اُبل اُبل پڑتی ہے۔ آگے بتایا گیا ہے کہ منافق ظاہر کے اعتبار سے بڑے پرکشش محسوس ہوتے ہیں، جسمانی اعتبار سے بڑے باوقار، زبان میں فصاحت اور حلاوت، انہیں بات کرنے کا ڈھنگ خوب آتا ہے، لیکن اندر سے کھوکھلے ہیں، ڈرپوک اور بزدل اتنے ہیں کہ کہیں سے کوئی اونچی آواز کان میں چڑ جائے تو پریشان ہو جاتے ہیں کہ ہماری موت آ گئی (۴) سامنے آتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتے لیکن پیٹھ پیچھے ایسی بدبودار باتیں کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! (۷-۸) سورت کے اختتام پر مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ کہیں وہ بھی منافقوں کی طرح مال واولاد میں مشغول ہو کر اللہ کے ذکر اور طاعت سے غافل نہ ہو جائیں اور انہیں ترغیب دی گئی ہے کہ وہ موت کے آنے سے پہلے خرچ کر لیں ورنہ موت آجانے کے بعد سوائے حسرت کے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ (افسوس کہ مسلمانوں نے اس نصیحت کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور وہ اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی دے لیتے ہیں کہ ہمارا تذکرہ اور ہماری مذمت نہیں ہے بلکہ یہ تو چودہ سو سال پہلے عبداللہ بن ابی جیسے کچھ لوگ گزرے ہیں ان کا تذکرہ اور ان کی مذمت ہے گویا قرآن کی بعض سورتیں اور بعض آیات ایسی ہیں جن کا تعلق آج کے زمانے سے بالکل نہیں ہے۔)

سورۃ التغابن

سورۂ تغابن مدنی ہے،اس میں ۱۸ آیات اور۲رکوع ہیں، یہ سورت اگرچہ مدنی ہےلیکن اس پر مکی سورتوں کا رنگ غالب ہے،اس سورت کی ابتداء میں یہ بتانے کے بعد کہ کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح وتقدیس کرتی ہے،انسانوں کودو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہےیعنی اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے اورکفرانِ نعمت کرنے والے (۱-۲) پھران کے سامنے گزشتہ اقوام کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی اوراس تکذیب کی پاداش میں انہیں عذابِ الٰہی کا مزہ چکھنا پڑا(۵-۶) یہ سورت ان مکذّبین کا بھی تذکرہ کرتی ہے جو قیامت کے دن کوجھٹلاتے ہیں اور پھرقسم کھا کریقین دلاتی ہے کہ قیامت آ کررہے گی،خواہ کوئی اقرار کرے یاانکار کرے،موت کے بعد کی زندگی کا معاملہ برحق اوریقینی ہے(۷)اس سورت میں قیامت کے دن کو''یوم التغابن''قرار دیا گیا ہےیعنی نقصان اورخسارہ کا دن،قیامت کےدن کافرتواپنے خسارہ کومحسوس کرے گا ہی،مسلمان اورعابدوزاہدانسان بھی حسرت کرے گا کہ اے کاش!میں نے جتنی عبادت وطاعت کی تھی،اس سے زیادہ کی ہوتی(۹)یہ سورت اہلِ ایمان کواموال، اولاداورازواج کےفتنہ سےڈراتی ہےاوران کے بارے میں محتاط ہوکررہنے کی تلقین کرتی ہے، بسا اوقات انسان ان کی خاطراپنی آخرت تباہ کرلیتاہے،نہ حلال اورنہ حرام کی پرواہ کرتا ہےاور نہ ہی دینی حقوق وفرائض کی ادائیگی کا اہتمام کرتا ہے،ان کی محبت ہی کی وجہ سےہجرت اورجہاد سےبھی محروم رہتاہے۔سورت کےاختتام پراہلِ ایمان کواللہ سےڈرنے،اس کی راہ میں خرچ کرنےاوربخل سے بچ کررہنےکاحکم دیا گیا ہے۔(۱۶-۱۷)

سورۃ الطلاق

سورۂ طلاق مدنی ہے،اس میں۱۲آیات اور۲رکوع ہیں، مدنی سورتوں کےعمومی مزاج کی

طرح اس سورت میں بھی بعض شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں خصوصاً وہ احکام جوازدواجی اورخاندانی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، طلاق کی اکثر اقسام اوران پر مرتب ہونے والے عدت، نفقہ اور سکنیٰ جیسے احکام اس سورت میں آ گئے ہیں، سورت کی ابتداء میں طلاق کا شرعی طریقہ بتایا گیا ہے، مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر ازدواجی زندگی کو برقرار رکھنا مشکل ہوجائے اور طلاق کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہے تو بیوی کو ایک طلاقِ رجعی دے کر چھوڑ دیں، یہ طلاق ایسے طہر میں ہونی چاہیے جس میں بیوی کے ساتھ جماع نہ کیا ہو، طلاق دینے کے بعد اسے عدت ختم ہونے تک چھوڑ دیں، اسے ''طلاقِ سنی'' کہا جاتا ہے، یہ قیود وشرائط اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اللہ کی نظر میں طلاق انتہائی قابلِ نفرت عمل ہے اور اگر بعض استثنائی صورتوں کا معاملہ درپیش نہ ہوتا تو شریعت میں طلاق کی اجازت کبھی نہ دی جاتی کیونکہ طلاق کی وجہ سے خاندان کی بنیادوں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں جبکہ اسلام خاندانی نظام کے استحکام پر زور دیتا ہے۔ اس کے بعد سورۂ طلاق وضاحت کے ساتھ مختلف قسم کی مطلقہ عورتوں کی عدت بتاتی ہے یعنی یائس...... ......ایسی بوڑھی عورت جسے حیض نہ آتا ہو، صغیرہ......وہ بچی جس کا نکاح بالغ ہونے سے پہلے ہی کر دیا گیا ہو اور حاملہ جسے حالتِ حمل میں طلاق ہوجائے۔ عدت کے علاوہ نفقہ اور سکنیٰ کے احکام بھی یہاں ذکر کیے گئے ہیں۔ (۱-۷) ان شرعی احکام کو بیان کرتے ہوئے درمیان میں چار بار تقویٰ کا ذکر آیا ہے پہلے فرمایا ''اللہ سے ڈرو جو کہ تمہارا رب ہے'' دوسری بار فرمایا ''اور جو اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لئے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا'' تیسری بار فرمایا ''اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا'' چوتھی بار فرمایا ''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس سے گناہ دور کر دے گا اور اسے اجرِ عظیم عطا کرے گا'' (۱-۲-۴-۵) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کی نظر میں تقویٰ کی کیا اہمیت ہے اور یہ کہ قرآن کا اسلوب دوسری کتابوں سے کس قدر مختلف ہے، یہ قانون کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں

قانون پر آمادۂ عمل کرنے والی ترغیبات اور ترہیبات بھی کثرت کے ساتھ ہیں۔سورت کے اختتام پر اللہ کے مقرر کردہ اور نازل کردہ احکام کی پامالی اور مخالفت سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے اور عبرت کے لئے ان امتوں کا ذکر کیا گیا ہے جنھوں نے سرکشی اختیار کی تو وہ عبرتناک عذاب اور سزاؤں کی مستحق ہوگئیں (۸-۱۰) آخری آیت میں ارض وسماء کی تخلیق میں قدرتِ الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے۔(۱۲)

﴿سورۃ التحریم﴾

سورۂ تحریم مدنی ہے،اس میں ۱۲ آیات اور ۲ رکوع ہیں،اس سورت میں جو احکام مذکور ہیں ان کا زیادہ تر تعلق (بیتِ نبوت) امہات المؤمنین اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ہے۔اس سورت کی پہلی آیت میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے،اس کا تعلق خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ ہے جب آپ نے اپنی لونڈی ماریہ قبطیہ یا شہد کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا، چنانچہ بڑے محبت آمیز انداز میں عتاب ہوا اور فرمایا گیا ''اے پیغمبر! جو چیز اللہ نے تمہارے لیے جائز کی ہے تم اس سے کنارہ کشی کیوں کرتے ہو؟ کیا اس سے اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے'' (۱) جب آپ نے تحریم کا یہ راز اپنی ایک زوجہ مطہرہ (حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا) کو بتا دیا تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ راز افشاء کردیا، جس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا یہاں تک کہ آپ نے بعض ازواج کو طلاق دینے کا ارادہ فرمالیا (لیکن اسے عملی جامہ پہنانے کی نوبت نہیں آئی) اللہ نے بھی ان ازواج کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو تعجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمہارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے'' (۵) اس کے بعد یہ سورت ایمان والوں کو حکم دیتی ہے کہ ''اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتشِ جہنم سے بچاؤ'' اور یہ کہ ''اللہ کے آگے صاف دل سے توبہ کرو'' (۸) سورت کے اختتام پر دو مثالیں بیان کی گئیں ہیں، پہلی مثال

کافرہ بیوی کی ہے جو مومن صالح کے نکاح میں تھی اور دوسری مثال مومنہ بیوی کی ہے جو ایک بدترین کافر کے نکاح میں تھی، مومن صالح سے مراد حضرت نوح علیہ السلام اور کافر سے مراد فرعون ہے، ان دو مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر انسان خود مومن اور صالح نہ ہو تو اسے کسی مومن کی قرابت اور حسب نسب کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔(۱۰-۱۱)

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]